ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

انسان کم حوصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات حلیم و کریم ہے

خدا تعالیٰ کی ستاری ایسی ہے کہ وہ انسان کے گناہ اور خطاؤں کو دیکھتا ہے لیکن اپنی اس صفت کے باعث اس کی غلط کاریوں کو اس وقت تک جب تک کہ وہ اعتدال کی حد سے نہ گزر جاویں ڈھانپتا ہے لیکن انسان کسی دوسرے کی غلطی دیکھتا بھی نہیں اور شور مچاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کم حوصلہ ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات حلیم و کریم ہے۔ ظالم انسان اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتا ہے اور کبھی کبھی خدا تعالیٰ کے حلم پر پوری اطلاع نہ رکھنے کے باعث بیباک ہو جاتا ہے۔ اس وقت ذوانتقام کی صفت کام کرتی ہے۔ بااین ہمہ بھی وہ ایسا رحیم و کریم ہے کہ ایسی حالت میں بھی اگر انسان نہایت خشوع خضوع کے ساتھ آستانہ الٰہی پر جا گرے تو وہ رحم کے ساتھ اس پر نظر کرتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں پر معاً نظر نہیں کرتا اور اپنی ستاری کے طفیل رسوا نہیں کرتا تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہر ایسی بات پر جو کسی دوسرے کی رسوائی یا ذلت پر مبنی ہو فی الفور منہ نہ کھولیں۔ (الحکم جلد ۳، نمبر ۲۲، ۲۳ جون ۱۸۹۹ء)

ہمارے لئے خدا کی رضا سب سے مقدم ہے

یہ اتفاق مبارک ہو مئومنوں کے لئے
کہ یک زباں ہیں فقیہان شہر میرے خلاف

7 ستمبر 1974ء پاکستان کی تاریخ کے اس غلط فیصلے کے اعلان کا دن ہے جو فیصلہ دنیا پرستی اور سیاسی بالادستی کے حصول کے لئے کیا گیا جس میں اسلام کے نام پر اسلام اور قرآن ہی کی حکم عدولی برتی گئی ۔ جس کو دیکھ کر ذی علم وفہم شخص حیران ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کے کون سے حکم کے ماتحت ان لکھو کھہا مسلمانوں کو جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل تھے، اپنی اذانوں میں اللہ اور اس کے رسول کے حق میں شہادت کا اعلان کرتے تھے جو قبلہ رُخ نماز پڑھتے تھے ۔ اپنی کثرت اور طاقت کے بل پر ان کلمہ گوؤں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہوئے اسلام سے خارج کر دیا گیا ۔ اس پر مزید حیرت یہ ہوتی ہے کہ آج تک 7 ستمبر کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں کہ ہم نے بڑی فتح حاصل کر لی ہے ۔ یاد رکھیں کہ جس کو کثرت کے بل پر فتح سمجھا گیا اور سمجھا جا رہا ہے یہ فتح نہیں رب العالمین کے ہاں بہت بڑی شکست ہے ۔ اسلام میں تو کسی غیر مسلم کا داخلِ اسلام ہونا باعث مسرت سمجھا جاتا تھا لیکن مسلمانان پاکستان کا عجیب انقلاب دیکھیں کہ لاکھوں اسلام کے دعوے داروں کو اسلام کے خارج ہونے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور کسی کو پوچھنے کا اختیار بھی نہیں دیا جاتا کہ اس فیصلے کی بناء قرآن وحدیث کے کس حکم کے تحت رکھی گئی ہے؟

جو سچ کہوں تو بُرا لگے جو دلیل دوں تو ذلیل ہوں
یہ سماج جہل کی زد میں ہے یہاں بات کرنا حرام ہے

جماعت احمدیہ لاہور اور امام جماعت احمدیہ پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں سراسر افتراء ہیں ۔ جماعت احمدیہ لاہور جہاں ایک اللہ، ایک کتاب اور ایک رسول اور نبی حضرت محمد مصطفیؐ پر کامل ایمان رکھتی ہے وہاں ختم نبوت کے عقیدہ پر ''مطلق'' اور ''غیر مشروط'' ایمان رکھتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنوں میں سلسلہ نبوت کی آخری کڑی اور قصر نبوت کی آخری اینٹ یقین کرتی ہے اور بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا بھی ابتداء سے انتہائے عمر تک یہی عقیدہ تھا ۔ ان کی ذات پر یہ صریح الزام ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ۔ حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی کافر، ملعون اور خارج از اسلام ہے ۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔۔۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔۔۔ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ۔'' (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم ص ۳۳۳) ''اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا اور وحی منقطع ہوگئی'' (تحفہ بغداد ص ۷) اس طرح کے بیسیوں حوالجات آپ کی کتب سے ملتے ہیں جس میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بار بار اقرار کیا ہے ۔ مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں قارئین خود انصاف کریں کہ جماعت احمدیہ لاہور کو آئین پاکستان نے کس جرم کی سزا دی ۔ جماعت احمدیہ لاہور نے کبھی کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کی ۔ اس جماعت کے احباب کی کوئی دنیاوی غرض نہیں ۔ غرض ہے تو صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیؐ کی خوشنودی ۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ انشاء اللہ آسمان پر ہماری کوششوں کا اعتراف ہوگا ۔ اللہ کی نصرت ضرور ہمارا ساتھ دے گی ۔ ہمارے لئے پریشانی کی بات یہ نہیں ہونی چاہیے کہ لوگ ہمیں کیا سمجھتے ہیں ۔ ہمارے لئے ضروری ہے تو بس یہی کہ ہمارا خدا ہمیں کیا سمجھتا ہے ۔ ہمیں اس اخلاقی انحطاط کے دور میں بہت سخت ضروری ہے کہ ہم خدا کی جانب جھکیں، قرآن پاک کو ہی اپنا دستور العمل بنائیں اور نبی کریم صلعم کے قدموں کی پیروی کرتے ہوئے اپنی منزل کی جانب عازم سفر ہوں ۔ (اعادہ)

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع تربیتی کورس 2019ء، بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ''اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرلو اور قسموں کو ان کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن کر چکے ہو۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو''۔ (سورۃ النحل آیات 91-90)

ان آیات کا انتخاب تربیتی کورس کے حوالہ سے کیا گیا ہے تا کہ اس میں شامل ہونے والے بچوں کو مذکورہ بالا آیت میں جو نصائح ہیں ان سے فائدہ حاصل ہو سکے۔

آج کی بیان کردہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''عہد کو پورا کرو اور قسموں کو ان کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن کر چکے ہو۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو''۔

مسلمان ہونے کے ناطہ سے ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کر رکھا ہے وہ کلمہ طیبہ ہے۔ جب ہم گواہی دیتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو ہم ایک پکا وعدہ کر لیتے ہیں کہ ہم اللہ کو لاشریک جانتے ہوئے، اس کے کلام کے تمام احکامات پر عمل کریں گے اور محمد رسول اللہ ؐ کو آخری نبی جانتے ہوئے آپ ؐ کے اعلیٰ نمونہ پر عمل کریں گے۔

اس آیت کے ذریعہ میں یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہم سب نے بھی اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے ایک بیعت کر رکھی ہے اور بیعت پر کورس میں کچھ لیکچر بھی ہوئے ہیں۔ بیعت بھی ایک عہد ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کرتا ہے جسے پورا کرنا ہم سب پر فرض ہو جاتا ہے اور بیعت کر لینے کے بعد بیعت کنندہ کے لئے دس شرائط بیعت کی پابندی بھی فرض ہو جاتی ہے اور یاد رہے کہ یہ شرائط قرآن کریم کے اہم احکامات کا خلاصہ ہے۔

متقی کی تعریف:

اسلام کے نزدیک متقی کی تعریف کا خلاصہ سورۃ البقرہ کی پہلی پانچ آیات میں آجاتا ہے قرآن کے تمام احکامات پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ہمیں جن چیزوں سے قرآن میں روکا گیا ہے اُس سے ہم رُکے رہیں اور جن کے کرنے کا حکم ہے اُن پر عمل پیرا ہوں تو ہم متقی کہلائیں گے۔

احکاماتِ قرآنی کا خلاصہ اس زمانہ کے امام و مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ نے اپنی شرائط بیعت میں شامل کر دیا ہے۔ جن پر عمل کرنے سے قرآن کی تعلیم پر بھی انسان عمل پیرا ہو جاتا ہے۔

جن بچوں کی عمر ابھی بیعت لینے کی نہیں وہ بھی ان شرائط کو غور سے سنیں کیونکہ اِن میں قرآن کے مطابق عمل کرنے کے احکامات ہیں اور رسول کریم صلعم کے نمونہ پر جو حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے اس پر عمل کریں تا کہ ہم عملی مسلمان بنیں۔ ہمارا اصلی مقصد صحیح مسلمان بننا ہے اور احمدیہ جماعت میں شامل ہونا بھی ایک ذریعہ ہے جس کی وجہ سے ہم دنیا میں اسلام کے اصلی نمونہ کو پھیلانے کا اور قرآن کی تعلیم کو پھیلانے کا تہیہ کرتے ہیں اور اپنے اعمال کو درست کر کے ہم قرآن کی تعلیم کے نمونہ کے ذریعہ دین پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اُس کے عہد کو پورا کریں اور قسموں کو ان کے پکا کرنے کے بعد نہ توڑیں کیونکہ ہم نے

اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا دیا ہے۔

سورۃ النحل آیت 90 کی اہمیت:

پہلی آیت جو آج تلاوت کی گئی اس کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پہلی صدی ہجری کے مجدد نے خطبہ ثانی کا حصہ بنادیا تا کہ ہر ہفتہ تمام جمعہ ادا کرنے والوں کے کانوں میں یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی یاددہانی ہوتی رہے اور جمعہ کے بعد ایک نیا ارادہ، نیا عزم لے کر نمازی گھروں کو لوٹیں۔ اور اس آیت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ اور بہت ہی جامع آیت ہے کیونکہ اس میں وہ تمام احکامات آجاتے ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ قرآن کریم کا ایک معجزہ اور کمال یہ ہے کہ تھوڑے سے الفاظ میں بہت بڑا پیغام ہم تک پہنچا دیتا ہے۔

انسانی روحانی ترقیات کے مراحل:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خاص نمونہ پر پیدا کیا ہے جس کے متعلق سورۃ التین میں آتا ہے کہ: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** (یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے) لیکن ساتھ تنبیہہ کی کہ اگر یہ انسان صراط المستقیم کو چھوڑے گا جس کے لئے وہ اپنی عبادات میں بار بار دعا کرتا رہتا ہے، **اھدنا الصراط المستقیم**۔ اسی راہ پر رہنے سے ہی اور اس پر چلتے ہوئے ہی ہمیں جو احسن تقویم کے نمونہ پر بنایا گیا ہے اس پر ہم قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر ہم اس راستہ سے بھٹک جائیں تو پھر وہ احسن تقویم کے درجہ سے انسان اتنی گہرائیوں میں گرتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ **ثم رددنہ اسفل سفلین** (پھر ہم اسے ذلیل سے ذلیل حالت کی طرف بھی لوٹا دیتے ہیں)۔

اسی طرح انسانی روحانی ترقیات کے جو مراحل ہیں اُن میں انسان کی روح کی حالتیں امارہ، لوامہ، مطمئنہ بھی ہیں۔ جن میں سے گذرتے ہوئے انسان اللہ کی قربت حاصل کرتا ہے۔ جس کے متعلق اللہ کا فرمان ہے کہ یاایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ (اے اطمینان پانے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ آ تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نمونہ پر چلتے ہوئے امارہ سے نکل جانے کے بعد لوامہ کی کشمکش سے گزرتے ہوئے انسان نفس مطمئنہ پاتا ہے تو وہیں سے اس کے لئے دنیا میں ایک جنت شروع ہوجاتی ہے اور اُسی میں اللہ تعالیٰ مخاطب کرکے ایسے انسانوں سے کہتا ہے کہ اب تم میرے عبد بن گئے ہو۔ اب تم نے میری عبادت کا حق ادا کرکے میری عبدیت حاصل کرلی ہے۔ تو اس عروج پر پہنچ کر اس صراط المستقیم سے گزرتے ہوئے ایک احسن تقویم قائم رکھتے ہوئے نفس مطمئنہ کو حاصل کرتے ہوئے ہمیں جو مقام اور اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کا حاصل ہوتا ہے اُس سے گر جانا ایک انسان کے لئے بہت ہی افسوسناک ہے۔

اس لئے یہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان آیات پر جن کی یاددہانی ہمیں ہر ہفتہ خطبہ ثانی میں کرائی جاتی ہے اُن پر عمل کریں۔ اسی طرح امارہ، لوامہ اور مطمئنہ کی طرح تین درجات علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین ہیں جن سے گزر کر انسان اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین احکامات رکھے ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ عدل، احسان اور ایتائ ذی القربیٰ ہیں۔ ہر انسان میں ہمیشہ اچھائی اور برائی کا مقابلہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان احسن تقویم پر قائم رہے اور شیطان اس کو پھسلانے کی کوشش اور ایسی کوشش کرتا ہے کہ وہ اتنی گہرائی میں گر جائے کہ اس میں سے اس کا نکلنا اور سنبھلنا مشکل ہوجائے۔

یہ تین احکامات تشریح طلب ہیں:

عدل کا مطلب انصاف یعنی Justice ہے اور پھر احسان یعنی Doing Good to others اور اس کے بعد ایتائ ذی القربی یعنی قریبیوں کو دینا Giving to near ones۔ ان احکامات کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے ان کی تشریح ضروری ہے۔

عدل کا مفہوم:

سب سے پہلے 'العدل' ہے۔ اور اس لفظ کا مادہ۔ ع۔ د۔ ل سے اخذ ہے

جس کا مفہوم جانور کے اوپر سامان لادنے کے لئے جو تھیلیاں دونوں طرف رکھی ہوتی ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ دونوں طرف برابر سامان یا وزن ڈالا جاتا ہے تا کہ جانور کا توازن قائم رہے اور وہ ایک طرف گر نہ جائے۔ اگر ہم دونوں طرف برابر سامان نہیں ڈالیں گے تو وہ جانور کے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔

انصاف کے لئے ہم عدالت میں جاتے ہیں تا کہ ہمیں وہاں پر انصاف ملے۔ عدل وہ ہے کہ جتنا قصور ہو اُتنی ہی اُس کی سزا ملے۔ یہ نہیں کہ کسی نے بھوک کی شدت کی وجہ سے کہیں سے روٹی کا ٹکڑا اٹھا کر کھا لیا تو اس کو عمر قید دے دی جائے بلکہ اس کو ہم کہیں گے اس سے تھوڑا سا جرمانہ لے لیتے ہیں یا ہلکی سی سزا دیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی بہت بڑا جرم کرتا ہے تو اس کو عمر قید بھی ملتی ہے اور پھانسی تک سزا بھی ملتی ہے۔

یہ مثال ہماری سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہے کہ اس انسان کو عدل مل گیا اور یہ سمجھنے کی بات ہے کہ جتنا جرم اُس نے کیا اُتنی اس کو سزا مل گئی۔

اگر ہم عدل کے مفہوم کو وسیع معنوں میں لیں تو ایک عدل انسان کو اپنی جان پر بھی کرنا چاہیے تا کہ وہ اُس دن کی سزا سے بچ سکے جس دن وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوگا اور وہاں عدل ہو رہا ہوگا۔ اس دنیا میں بھی انسان اپنے اوپر عدل یعنی انصاف کرے کہ وہ اپنی زندگی کو ایسے گزارے کہ وہ نیک عمل کرے۔ اگر وہ نیکی نہیں کرتا تو اپنے اوپر عدل نہیں کر رہا اور پھر یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم حقوق العباد اور حقوق اللہ میں توازن قائم رکھیں۔ اگر ہم صرف حقوق اللہ کی طرف ہی جھکیں تو وہ فائدہ مند نہیں ہوتا اس لئے ہم نے اللہ اور انسان دونوں کے حقوق کا خیال رکھنا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حقوق کو بھی ادا کریں جن میں سب سے بڑا حق نماز کا قائم کرنا ہے اور دوسرا حقوق العباد کا بھی ہم خیال کریں جس میں سے سب سے بڑا حق زکوٰۃ دینا اور غریبوں کی مدد کرنا ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ روح جو ایک زندہ چیز ہے اس کی نشوونما کریں جو نیکی کرنے کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس روح کو زندہ رکھا جائے اور وہ نیکیاں کی جائیں جن سے نہ صرف روح زندہ رہے بلکہ نشوونما پا کر طاقتور والی روح بن جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

پھر انصاف کا ایک اور تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اسماءُ الحسنیٰ کی خوبیاں اپنے اندر سمیٹے اور ان پر عمل کرے۔ کون ہے جو نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ جو رحیم اور رحمان ہے وہ اس پر رحم نہ کرے۔ ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے کہ عدل کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر ہم ایک طرف چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے اور دوسری طرف ہم لوگوں پر رحم نہ کریں تو یہ انصاف کے خلاف ہے۔ ہم رحمانیت اور رحیمیت کی خوبیاں اپنے اندر نہ لائیں، تو یہ بھی عدل کے خلاف ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے تو چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہ بخش دے، ہماری قیامت کے دن باز پُرس نہ ہو اور ہم اُس روز شرمندہ اور نادم نہ ہوں۔ لیکن جب ہمیں خود ایسا موقع مل جائے کہ کوئی گناہ گار اپنی غلطی اور خطا کی معافی ہم سے مانگ رہا ہو۔ شرمندہ اور نادم بھی ہو، پھر بھی ہم اُسے معاف نہ کریں تو یہ عدل کے خلاف ہے۔ جبکہ ہم اپنے لئے خدا تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ تو رحمٰن ہے۔ رحیم ہے تو ہمیں معاف کر دے تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ لیکن جس انسان سے غلطی ہمارے خلاف ہوئی ہو ہم اُس کو معاف کرنے کا نہ سوچیں تو یہ عدل کے خلاف ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی عدل کے متعلق بیان کردہ مثال:

حضرت صاحب کی عدل کے متعلق بیان کردہ مثال کا مفہوم ہے کہ ایک نوکر آپ نے رکھ لیا، جس کے ذمہ چوکیداری کرنا ہے اور اگر وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور اس کی آنکھ لگ جائے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ اس کو فارغ کر دیں گے۔ حضرت صاحبؑ توجہ دلاتے ہیں کہ یہ کیسا عدل ہے؟ کہ آپ اس چند روپے کے نوکر کو تو نکالنے میں تیزی کرتے ہیں لیکن خود کبھی اپنے مالکِ حقیقی کی خاطر اُٹھ کر اپنا بستر چھوڑ کر نمازوں میں نہیں آتے یا تہجد کے لئے نہیں اُٹھتے۔ اس وقت آپ کو بستر بھی عزیز ہے نیند بھی عزیز ہے جبکہ آپ کے چوکیدار

کو اگر نیند آ جائے جو کہ اس کے قابو میں نہیں ہے اور جس میں اس کا کوئی قصور نہیں ۔ آپ اس بندے کے ساتھ تو عدل نہیں کر رہے ہوتے لیکن خود توقع کرتے ہیں کہ چاہے ہم اللہ کے قائم کردہ فرائض نہ بھی ادا کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔

احسان کا مفہوم:

اچھائی کے بدلے میں اچھائی کرنا تو عدل ہے لیکن اس سے بڑھ کر کرنا احسان بن جاتا ہے بشرطیکہ احسان میں دکھاوا نہ ہو۔ جب لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں تو ہم بڑی بڑی خیراتیں دیتے ہیں لیکن جب کوئی نہیں دیکھتا تو اُس وقت کوئی غریب بچہ کار کا شیشہ صاف کر دے تو اُسے کہتے ہیں 'میں نے تو نہیں کہا تھا' اور کار لے کر تیزی سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اگر وہاں ہم اُسے کچھ دے دیں تو یہ احسان ہوگا۔ ہوٹلوں میں جب ہم ٹپ دیتے ہیں وہ بھی احسان کی مثال ہے۔ **ہم نے کسی کو کچھ دینا ہے تو اُس سے تھوڑا زیادہ دے دینا احسان ہوگا۔ اگر ہم نے کسی سے کچھ لینا ہے تو اس سے کچھ کم لے لیں تو وہ بھی احسان ہوگا۔**

"اپنے احسان یاد دلا دلا کر ثواب ضائع مت کرو" احسان دکھاوے کی چیز نہیں ہے بلکہ احسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔

رسول کریم صلعم کا احسان کے متعلق فرمان:

رسول کریم صلعم نے احسان کو یوں بیان فرمایا ہے **"اللہ کی ایسی عبادت کرو جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر یوں نہیں ہوسکتا تو کم از کم یہ سوچ کر نماز پڑھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ یہ احسان کس پر ہو رہا ہے؟ یہ اپنے اوپر احسان ہو رہا ہے کہ ہم نماز کے لئے کھڑے ہیں اور ایسی توجہ سے نماز پڑھ رہے ہیں کہ ہم پر اللہ کی رحمت برس رہی ہے۔ مکمل توجہ اور سمجھ سمجھ کر الفاظ کو ادا کریں۔ کھڑے ہوں تو اُس ادب سے جو اُس باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہے اور اگر رکوع میں ہوں تو اس ادب سے جو اُس کے لائق ہے اور سجدے ایسے ہوں جیسے ہمارے سر کی اصلی جگہ زمین ہی ہے۔**

احسان میں ح۔س۔ن کا مادہ ہے یعنی حسن یا وہ خوبصورتی جو ہماری عبادات میں، اللہ کے ساتھ حسین تعلق پیدا ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے ایاک نعبد و ایاک نستعین ہمیشہ مانگتے ہیں تو احسان یہی ہوگا کہ ہم ایسی عبادت کریں جو صرف اللہ کے لئے ہی ہو۔ نماز میں ہم دنیا کے ہر کام پر نظر رکھے ہوئے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتے جاتے ہیں تو اس سے اللہ کا کیا قرب حاصل ہوگا؟

درگزر کرنا بھی احسان ہے۔ اگر کسی سے غلطی ہوگئی تو اس کو درگزر کرو، کسی نے گالی دے دی تو بدلے میں اُسے دُعا دو۔ یہ حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا ہے کہ:

گالیاں سن کر دعا دو

پا کے دُکھ آرام دو

تو یہ احسان کا سبق ہماری جماعت کا ایک خاص اور اہم پہلو ہے کہ ہم گالیاں کھاتے جاتے ہیں اور دل میں دعا دیتے رہتے ہیں کہ اللہ گالی دینے والے کو ہدایت دے۔ اگر ہمیں دین کی راہ میں تکالیف آتی ہیں تو ہم اس کو برداشت کرتے ہیں اور عملاً احسان کا تقاضا پورا کر رہے ہوتے ہیں۔

ایتائ ذی القربی کا مفہوم:

سورۃ البقرہ کی آیت 215 آیت میں آتا ہے:

"تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ جو کچھ بھی اچھے مال سے خرچ کرو وہ ماں باپ اور قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لئے ہے اور جو کچھ بھی تم نیکی کرو گے تو اللہ اُسے جانتا ہے"

ایتائ ذی القربی کے لفظی معنی قریبیوں پر خرچ کرنے کے ہیں۔

یہاں پر ان تمام لوگوں کا ذکر ہے جن پر اللہ نے ترجیحاً خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ وسیع طور پر ایتائ ذی القربیٰ کے زمرہ میں آ جاتے ہیں۔ **حضرت صاحبؑ رشتہ داروں کے بارے میں جو لکھتے ہیں اُس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ماں**

باپ پر خرچ نہیں کرتا۔ وہ بدنصیب ہی ہوگا۔ ماں باپ پر خرچ کرنا ہر بچہ اپنا فرض اور فخر سمجھتا ہے اور اللہ جو اس کو توفیق دے رہا ہے اس کی قدر دانی کرتا ہے کہ میں نے اپنے والدین کے لئے کچھ کر دیا اُن کا احسان ادا کرنا ناممکن ہے۔ اولاد جتنا بھی والدین کی خدمت کرے یا اُن پر خرچ کرے تو وہ اُس محبت کا صلہ نہیں ادا کر سکتی جو فطرتاً ماں کے دل میں اللہ نے اولاد کے لئے ڈال رکھی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ رشتہ داروں پر تو ہر کوئی خرچ کرتا ہی ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں:

’’ماں کی فطرت میں ڈالا گیا ہے کہ وہ بچے کا خیال کرے گی۔ اگر اس کو جاگنا پڑے وہ رات بھر جاگے گی۔ اور کوئی ماں دنیا میں ایسی نہیں جس کو اگر کوئی بادشاہ انعام اس شرط پر دے کہ تم میری آدھی حکومت لے لو اور اس بچے کو اب سے کھانا نہ کھلاؤ اور وہ تمہارے سامنے مر جائے۔ تو وہ یہ شرط ہرگز قبول نہ کرے گی۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی ماں باپ، رشتہ داروں پر خرچ کرے لیکن جس قربت کا ذکر حضرت صاحبؑ فرما رہے ہیں وہ اللہ کے ساتھ قریبی تعلق ہے جس کے حاصل کرنے کا یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔

اللہ کی عبادت کا تقاضا:

ہم اللہ کی ایسی عبادات کریں کہ اس سے صرف اُس کی خوشنودی مقصود ہو ،صرف جنت حاصل کرنے کے لئے عبادات نہ کریں۔ عبادت شرطیں لگا کر نہ کریں اور یہ کبھی نہ سوچیں کہ ہم یہ عمل کریں گے تو ہمیں جنت دے دی جائے گی اور ہمیں دوزخ سے بچا لیا جائے گا۔ یہ جنت اور دوزخ کا سودا نہیں بلکہ ایک دعا ہے کہ یا اللہ تو ہم سے راضی ہو جا۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ نمازیں اس لئے نہ پڑھو کہ نمازی بن گئے تو ہمیں الہامات ہونے لگیں گے، کشف آئیں گے، ہم اللہ سے باتیں کرے گا بلکہ یہ خواہش رکھیں کہ ہم نمازیں اس لئے پڑھا کریں گے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ ہمیں اپنی رضا عطا کر دے۔ جس سے اللہ راضی ہو گیا باقی چیزیں خود حاصل ہو جاتی ہیں۔

اس آیت میں تین مذکورہ برائیاں:

جن تین برائیوں کا ذکر جو اس آیت میں آتا ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے اُنہیں میں مختصراً بیان کر دیتا ہوں۔ تین برائیاں فحشاء، المنکر اور البغی (بغاوت) ہیں۔ جب کوئی فحشاء میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس کے عمل کا اثر اس کی جان تک محدود رہتا ہے یا بہت ہی کم دوسرے لوگوں پر پڑتا ہے۔ اگر کوئی المنکر کے گناہ سرزد کرتا ہے تو اُس کے گناہ کا اثر دوسرے کے حقوق پر بھی پڑتا ہے۔ اور البغی سے معاشرہ، جماعتیں اور ملک بلکہ دنیا پر بُرے اثرات ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام برائیوں سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین

قرآن کریم کی روح سے
ایتائ ذی القربیٰ کا اصل معیار:

اللہ تعالیٰ نے اُس کی راہ میں خرچ کرنے کا جو اصل معیار رکھا ہے اس کے متعلق قرآن کریم کی سورۃ التوبہ آیت 24 میں واضح فرمایا ہے کہ:

’’کہہ دے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘

اس آیت کی روشنی میں ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ سے بڑھ کر کسی بھی چیز کو فوقیت نہیں دینا اور ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان آیات کے مطابق اپنے عہد پورے کرنے، اپنی بیعت پر عمل کرنے، عدل کرنے اور احسان کرنے میں مدد فرمائے اور اللہ کی راہ میں قربت حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنے میں فراخ دلی عطا فرمائے۔ ہم اپنے دین کو پھیلانے میں اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کریں اور اپنے چندوں کی مناسب ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دیں اور ایتائ ذی القربیٰ کا حق ادا کریں۔ آمین

☆☆☆☆

بمطابق قرآن وحدیث ”سنی ہوئی بات کو بیان کرنے میں احتیاط کی تلقین“

مخالفین احمدیت کے لئے لمحہ فکریہ

عبدالحفیظ

اُمت مسلمہ کے لئے قرآن کریم اور احادیث میں یہ حکم درج ہے کہ سنی ہوئی بات کو بیان کرنے میں بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر اُس بات کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کردے جو محض اُس کی شنید ہو اور اس کے متعلق اُس نے اس بات کے سچا یا جھوٹا اور صحیح یا غلط ہونے کے متعلق تحقیق نہ کی ہو۔

یہ حدیث نبویؐ مسلمانوں کو تلقین کر رہی ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی شخص یا کسی جماعت کے متعلق ایسی خبر سنے جو اس شخص یا اس جماعت کے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے والی یا انہیں ان کے خلاف بدظنی کا شکار بنانے والی ہو تو اس مسلمان پر فرض ہے کہ بغیر تحقیق اسے دوسروں میں نہ پھیلائے بلکہ اس پر لازم ہے کہ دوسروں تک پہنچانے سے قبل وہ اس امر میں پوری تحقیق کرلے کہ آیا وہ خبر جو اس تک پہنچی ہے درست بھی ہے یا نہیں۔ قرآن کریم بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

”اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی ایسی خبر پہنچے جو کسی شخص یا کسی جماعت کو خدا اور اس کے رسول کی نافرمان ٹھہراتی ہو اس کو سچا سمجھنے سے قبل اس کے متعلق پوری طرح تحقیق کرلے کہ وہ خبر آیا درست بھی ہے یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ وہ خبر غلط اور بے بنیاد ہو اور تم اسے بغیر تحقیق سچا سمجھ کر اُس شخص یا اُس جماعت کے خلاف اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا ناروا اقدم اُٹھالو جس پر بعد میں تمہیں ندامت کا شکار ہونا پڑے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں نے بالعموم حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق ارشادِ خداوندی اور ارشاد نبویؐ دونوں کو ہی بالکل پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ اَناب شناپ جو کچھ ان کے متعلق کہا جاتا ہے اسے بغیر تحقیق فوراً تسلیم کیا جاتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں جس قدر مظالم کا نشانہ ان کو بنایا جاوے وہ سب کے نزدیک قابلِ ثواب عمل قرار دیئے جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ کر اس کارِثواب میں حصہ لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا موجودہ دور میں سب سے زیادہ مظلوم حضرت اقدس مرزا صاحب اور وہ لوگ ہیں جو ان کو حدیث نبویؐ کے ماتحت عین صدی کے سر پر ظاہر ہونے والا وہ مجدد تسلیم کرتے ہیں جس نے مسیح اور مہدی کے لقب سے ملقب ہونا تھا اور جس کے سچا ہونے کی شہادت سورج اور چاند دونوں نے آسمان پر ماہِ رمضان کی مقررہ تاریخوں میں اپنے کسوف وخسوف سے دی یہ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اس شخص کے متعلق جس نے اپنی ساری عمر حضرت نبی کریم صلعم کی بڑائی اور عظمت ثابت کرنے میں صرف کردی ہو اور جس کی زندگی کا مقصد ہی یہ رہا ہو کہ حضرت نبی کریم صلعم کو ہی تمام فیوض کا سرچشمہ ثابت کیا جاوے اور جس کا دعویٰ ہو کہ اسے جس قدر بھی روحانی ترقی نصیب ہوئی ہے اور جس قدر الہامات الٰہی سے وہ نوازا گیا ہے وہ سب حضرت نبی کریم صلعم کے ہی طفیل ہے اور جس کو اس کے الہام میں

بتلایا گیا ہو کہ کل برکة من محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو علی الاعلان کہتا ہو کہ:

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اور پھر جو کہتا ہو:

ہم ہوئے خیر الامم تجھ سے ہی اے خیر الرسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

غرضیکہ جس کی کتب اسی قسم کے اعترافات سے بھری ہوئی ہوں ایسے شخص کے متعلق یہ پراپیگنڈہ کرنا کہ وہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلعم سے افضل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور حضرت نبی کریم صلعم کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتا۔ کس قدر حق و انصاف کا خون کرتا ہے؟ پھر جو بار بار کہتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم پر جو شریعت نازل ہوئی ہے۔ وہی آخری اور کامل شریعت ہے۔ قیامت تک اب اس شریعت کا سکہ چلے گا۔ اس میں نہ ایک شوشہ کی زیادتی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سے ایک شوشہ کی کمی کی جاسکتی ہے۔ کیا ایسا کرنے والا مردود اور لعنتی اور درگاہِ الٰہی سے دھتکارا ہوا ہے؟ ایسے مامور کے متعلق یہ جھوٹا پراپیگنڈہ کرنا کہ وہ خود صاحب شریعت ہونے کا مدعی ہے کتنا بڑا بہتانِ عظیم ہے؟ مگر لوگ ہیں کہ ان بہتانوں کو، ارشادِ خداوندی اور ارشادِ نبویؐ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنتے ہی بغیر تحقیق کیے ان بہتانوں کو صحیح تسلیم کرکے اور کفیٰ المرء کذبا کی وعید کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو آگے پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔

اسی طرح اور بہت سے جھوٹ ہیں جو خدا کے مسیح اور مہدی کی طرف منسوب کرکے لوگوں کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور لوگ ہیں جو اتنی بھی زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ ارشادِ خداوندی پر عمل پیرا ہو کر تحقیق تو کرلیں کہ ان الزامات میں کہاں تک سچائی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے تحقیق کی طرف رُخ کیا اُن پر حقیقت کھل گئی اور اُنہیں خدا کے مسیح کی بیعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا اور اس قسم کے جھوٹے پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر یہ لوگ جو خدا کے مسیح کے حق میں گستاخانہ کلمات استعمال کیا کرتے تھے ان پر سخت نادم ہوئے اور رُو رُو کر خدا سے اپنی ان گستاخیوں کی معافی طلب کی۔ کاش! باقی لوگ بھی ارشادِ خداوندی اور تلقین نبویؐ پر عمل پیرا ہو کر تحقیق حق کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اگر ایسا کریں گے تو جھوٹ کے پردے چاک ہو جائیں گے اور کذب بیانیوں کے بادل چھٹ جائیں گے اور اُن کے اندر سے سچائی کا سورج ان پر طلوع کرے گا۔

پھر وہ ندامت کے ساتھ خدا کے مامور کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کی طرف دوڑ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس جگہ میں آپ کو علامہ شیخ عبدالرحمٰن مصریؓ جو ہماری جماعت لاہور کے بہت بڑے عالم دین تھے اُن کا کسی جگہ (کوٹ) کیا ہوا ایک واقعہ سناتا ہوں جس میں انہوں نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ امرتسری حیدر آباد دکن میں جماعت اہل حدیث کی دعوت پر وعظ کرنے کے لئے گئے وہاں انہوں نے اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے خلاف غلط بیانیوں سے کام لینا شروع کیا۔ جناب مرحوم مصریؓ کو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص مصری صاحب کے مکان پر آکر اُن سے ملا اور کہنے لگا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری تو مرزا صاحب کی کتابوں سے حوالے پڑھ کر سناتے ہیں اور پھر اعلان کرتے ہیں کہ جس کا جی چاہے آکر کتاب دیکھ لے چنانچہ بعض لوگ جاتے ہیں اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے لگائے ہوئے الزامات کی تصدیق کرتے ہیں۔

مصری صاحب مرحومؒ نے اس شخص کو کہا کہ کل جب مولوی صاحب ایسا

اعلان کریں گے تو آپ اُن کے سٹیج پر کتاب دیکھنے کے لئے چلے جائیں۔ وہ شخص مصری صاحب سے کہنے لگا کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ مصری صاحب نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب حضرت مرزا صاحب کی عبارت کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پڑھ کر لوگوں کو غلط تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں اور جو آدمی تصدیق کے لئے آتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جنہیں مولوی صاحب گھر سے اس غرض کے لئے تیار کر کے لاتے ہیں۔ مصری صاحب نے اس شخص کو کہا کہ آپ جا کر دیکھ لیں آپ کو وہ رکھی کتاب دیکھنے کا موقع نہیں دیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن اُس شخص نے علامہ مصری صاحبؓ کے ہاں آ کر بتایا کہ آپ نے درست کہا تھا۔ میں سٹیج پر اُن کے پاس گیا لیکن انہوں نے مجھے کتاب دکھلانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ ہے ان مولویوں کی اصل شناخت۔

قارئین کرام! حضرت نبی کریم صلعم کی ختم نبوت کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ آپؐ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اور انبیائے کرام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوقِ خدا کی ہدایت اور رہبری کے لئے احکام الٰہی لے کر آتے تھے۔ قرآن کریم کی عالمگیر تعلیم کے آنے کے بعد ان کا سلسلہ بند ہو گیا اور اب قیامت تک صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت جاری رہے گی اور کوئی شخص آپؐ پر ایمان لائے بغیر ہدایت اور قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد ختم نبوت کا ایک اور دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ حضرت نبی کریم صلعم کی کامل پیروی سے آپؐ کے متبعین کو اللہ تعالیٰ شرفِ مکالمہ مخاطبہ سے مشرف فرماتا ہے جس کی بشارت خود نبی کریم صلعم نے دی ہے چنانچہ فرمایا لم یبق من النبوة الا المبشرات یعنی نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں اور مبشرات کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا الرویاء الصالحۃ یہ روئے صالحہ ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے لقد کان فیمن قبلکم رجالاً یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء فان یکن فی اُمتی منهم احد فعمر (صحیح بخاری: 3689) یعنی پہلی اُمتوں میں ایسے لوگ ہوئے جو نبی نہ ہونے کے باوجود مکالمہ الہیہ سے مشرف ہوتے تھے۔ میری اُمت میں اگر کسی کو یہ شرف حاصل ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمرؓ کا نام مثال کے طور پر لیا گیا ہے ورنہ مکالمہ الہیہ کا سلسلہ اُمت میں آپ کے بعد جاری رہا۔ اور ایسے لوگ اس اُمت میں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں جو الہام الٰہی سے مشرف ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت محی الدین ابن عربیؒ وغیرہم۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ان اولیاء اللہ میں بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی خاص کام کے لئے مامور کیا جاتا ہے کیونکہ شریعت کے کامل ہونے کے باوجود اس کی حفاظت کا کام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسے لوگ اس اُمت میں پیدا ہوتے رہیں جو مرورِ زمانہ سے پیدا ہونے والی غلطیوں کو دُور کر کے اسلام کا روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ ایمان کو دلوں میں تازہ کریں اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں۔ ان لوگوں کو مجدد کے نام سے پکارا جاتا ہے جیسے ابوداؤدؒ کی حدیث میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان اللّٰہ یبعث فی هذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس اُمت میں ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کو اس کے لئے تازہ کرتے رہیں گے۔ اس حدیث نبویؐ کے مطابق تیرہ صدیوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو مجددیت کے مقام پر فائز تھے اور انہوں نے ہدایت اور رہبری کا کام بطریق احسن سرانجام دیا۔ حضرت امام غزالیؒ، حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اسی صف کے لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اصلاح خلق اور تجدید دین کے جو کام سرانجام دیئے ان سے ایک دنیا واقف ہے۔ صرف یہی

نہیں کہ انہوں نے اپنے الہامات اور مکاشفات پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اپنے مقرب الٰہی ہونے کا ثبوت دیا۔ یہ بھی نہیں کہ ایسے عذابوں، زلزلوں، بیماریوں اور طوفانوں کو جو معصیت الٰہی کے حد سے بڑھ جانے پر آیا کرتے ہیں۔ اپنی ماموریت کا نشان یا نتیجہ قرار دیا ہو بلکہ ان کے زمانہ میں پیدا ہونے والے فتن اور دین میں پیدا ہونے والی اغلاط کی اصلاح ان کا کام تھا۔

جس کے لئے ان کو مامور کیا گیا تھا۔ پیشگوئیاں اور مبشرات و مکالمات ایک تائیدی رنگ رکھتے ہیں۔ مامورین کا اصل کام پیشگوئیاں کرنا نہیں بلکہ خدمت دین ان کا اصل کام ہے اور اس کام کی سرانجام دہی میں انہیں بڑی بڑی مشکلات اور مخالفتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ چنانچہ گذشتہ تیرہ سو برس میں جو مجدد آئے ان کو سخت مشکلات پیش آئیں۔ علمائے زمانہ نے اُن کی مخالفتیں کیں۔ ان پر فتوے دیئے۔ ان کو تکالیف پہنچائیں۔ جس قدر کسی کا کام زیادہ مشکل اور اہم تھا اسی قدر انہیں زیادہ دُکھ پہنچائے گئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر بزرگ کو کافر، بدعتی اور زندیق کے خطابات دیئے گئے۔ انہیں جیل خانہ میں بھجوایا گیا اور زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ امام شافعیؒ کو ابلیس یعنی شیطان سے بڑھ کر ضرر رساں قرار دیا گیا۔ اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی گئیں۔ امام مالکؒ کو بدعتی قرار دے کر اُونٹ پر اُلٹے منہ چڑھا کر پھیرایا گیا۔ قید خانہ میں ڈالا گیا۔

اس بیدردی سے اُن کی مشکیں باندھی گئیں کہ دونوں ہاتھ، بازوؤں سے اُکھڑ گئے۔ امام حنبلؒ کے پاؤں میں بھاری زنجیریں ڈالی گئیں۔ طمانچے مارے گئے۔ کوڑوں سے پٹوایا گیا اور پابہ زنجیر شہر بدر کر دیا گیا۔ علیٰ ھذ القیاس امام بخاری، بایزید بسطامی ذوالنون مصریؒ، ابوبکر شبلیؒ، سید عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کو کافر قرار دے کر طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں اور یہ سب کچھ مسلمان مولوی کہلانے والوں کی طرف سے ظہور میں آیا۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی حضرت مرزا غلام احمدؒ اسی سلسلہ مجددین کے ایک عظیم الشان فرد تھے جن کو تجدید دین اور اصلاح خلق کے لئے مبعوث کیا گیا۔ جن کی ماموریت کا دائرہ گذشتہ مجددین کی نسبت زیادہ وسیع اور عالمگیر تھا۔ ایک طرف دہریت اور الحاد نے دنیا کو گھیر رکھا تھا اور دوسری طرف عیسائیت، آریہ سماج اور دیگر مذاہب، اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ تیسری طرف مسلمانوں کے دلوں سے ایمان اُٹھ چکا تھا۔

اور وہ اسلام کو کچھ دن کا مہمان سمجھ کر اسلام کا نام لینے سے بھی شرماتے تھے۔ ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحب کو مقام مجددیت پر کھڑا کر کے ان سب فتن کی اصلاح کا کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے سب سے پہلے براہین احمدیہ جیسی شاندار کتاب لکھی جس نے نہ صرف عیسائیت، آریہ سماج اور دوسرے مذاہب کے دل ہلا دیئے بلکہ اسلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلعم کی حقیقت پر ایسے روشن دلائل پیش کئے جنہیں دیکھ کر آپ کے علم لدنی کی دھاک بیٹھ گئی۔ جس کا اعتراف آپؑ کے اُن معاصرین کو چار و ناچار کرنا پڑا جو علماء اور صحافیوں کے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالویؒ نے جو بعد میں آپ کے مخالف ہو گئے تھے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں براہین احمدیہ پر طویل تبصرہ کرتے ہوئے کھلے لفظوں میں اعتراف کیا کہ ایسی اعلیٰ پائے کی کتاب تیرہ سو برس میں کسی نے نہیں لکھی۔ ایسا ہی آپ کی وفات کے بعد جو آراء حضرت اقدس کے کاموں کے متعلق اخبارات میں شائع ہوئیں اُن کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ ''مرزا صاحب کی اس رحلت نے اس کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر، مسلمانوں کو اور ان تعلیم یافتہ مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ اُن کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں اسلام کی اُس شاندار مدافعت کا جو اُس ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا

فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے"

یہ ریمارکس معروف اخبار وکیل امرتسر مدیر عبدالرحمٰن کے ہیں۔ ایسا ہی میرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر کرزن گزٹ، سید ممتاز علی ایڈیٹر تہذیب نسواں، منشی سراج الدین ایڈیٹر زمیندار، چوہدری فضل حق لیڈر احرار پارٹی اور دیگر اخبارات نے نہایت شاندار الفاظ میں حضرت اقدس کی شاندار خدماتِ اسلام کا اعتراف کیا۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ مجددیت کے ساتھ مکلم من اللہ ہونے کا بھی ذکر کیا اور کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرشار ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان پیدا کرنا تھا۔ اس کے ثبوت میں حضرت اقدس نے بعض پیشگوئیاں بھی کیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ بعض لوگوں کے لئے دعائیں کیں جو جناب الٰہی میں مقبول ہوئیں جن دعاؤں کو شاعرِ احمدیت مرتضیٰ خان حسن مرحوم ومغفور نے ایک مبسوط کتاب کی شکل میں جمع کر دیا ہے جو پڑھنے لائق ہے اور ازدیادِ ایمان کا باعث ہے۔ ان میں سے مختصراً پنڈت لیکھرام کا قتل۔ امریکن ڈاکٹر ڈوئی مدعی مسیحیت اور مہدویت کی ہلاکت۔ عالمگیر جنگ کی پیشگوئی اور اس کے ہلاکت خیز نتائج اور زارِ روس کا باحال زار ہونا وغیرہ وغیرہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانات کو اپنی ماموریت کا اصل کام قرار نہیں دیا بلکہ تائیدی رنگ میں انہیں پیش کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ، مہدی معہود، مجدد صد چہاردہم کا اصل کام اصلاح خلق اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی مدافعت اور دلائل و براہین سے اس دین اسلام کو سب ادیان پر غالب ثابت کرنا تھا۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے پوری دنیا میں اس کام کو نہایت ہی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا اور ایک ایسی جماعت بنادی جو آپؑ کے بعد بھی اس کام کو اور زیادہ وسیع پیمانہ پر سرانجام دے رہی ہے۔ آج اس تحریک احمدیت لاہور کے ذریعہ سے یورپ کے علمی حلقوں میں اسلام کے متعلق ایک انقلاب پیدا ہو چکا ہے اور وہ اس کو ایک معقول ترین اور دنیا کو مصائب سے نجات دلانے والا مذہب سمجھنے لگے ہیں۔ افریقہ کے حبشی، عیسائیت کے دلفریب چنگل سے نکل کر اس جماعت کے اثر سے جوق در جوق اسلام میں 1964ء کی دہائی میں داخل ہوئے ہیں اور آج بھی ہورہے ہیں اور خود مسلمانوں کے دلوں میں اس جماعت کے لٹریچر اور تراجم قرآن کے اثر سے ایمان کی روشنی پیدا ہو چکی ہے۔ یہ ہے وہ بے مثل مجددیت جو حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ ظہور میں آئی۔ یہ ہے وہ ماموریت کا کام جو مسیح موعودؑ کے ذریعہ سرانجام پایا۔ اُن لوگوں کی طرح نہیں جو چند الہام پا کر مامور من اللہ کا دعویٰ کر دیتے ہیں اور ان کا کام سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ دنیا میں پیدا ہونے والے زلزلوں، طوفانوں اور وباؤں کو اپنی ماموریت کا نتیجہ قرار دیں۔

کوئی لائحہ عمل ان کے سامنے نہیں۔ کوئی خدمت دین کا کام ان سے ظہور میں نہیں آیا۔ نہ اصلاح خلق کا کوئی کام انہوں نے کیا۔ ایک مامور کے لئے لازمی ہے کہ وہ بتائے کہ کس کام کے لئے مامور کیا گیا ہے اور اس کام کا کوئی نمونہ پیش کرے۔ نری پیشگوئیاں کرتے رہنا کوئی کام نہیں۔ نہ کسی کے الہامات اور مکاشفات دوسروں پر حجت ہوسکتے ہیں۔ اصل کام اصلاح اخلاق اور خدمت دین ہے جو دوسرے لوگوں سے امتیازی طور پر اور منفرد انداز میں ایک مامور اور مجدد سے ظہور میں آتا ہے اور اس اصلاحِ اخلاق اور تجدید دین کے کام کی وجہ سے ایک مجدد اور مامور من اللہ کو بڑی مخالفتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ جیسا کہ ابھی میں نے مختصراً بیان کیا۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی اپنی زندگی میں سخت ترین مخالفتوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انہیں ایذائیں دی گئیں۔ ان پر خطرناک جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور جھوٹے معتقدات ان کی طرف منسوب کر کے انہیں بدنام کرنے کی کوششیں کی گئیں جیسا کہ ہمیشہ صادق مامورین کے ساتھ ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور یہ سلسلہ شدت

کے ساتھ آج بھی جاری ہے لیکن خدا کا الہام کہ ''خدا میدان میں فتح تجھے دے گا'' پہلے اور آج بھی پورا ہو رہا ہے۔

قارئین! یہ ہے مامورین کی شناخت کہ وہ دعوے الہام اور پیشگوئیوں پر زور نہیں دیتے۔ دنیا میں آنے والوں عذابوں کو ہی اپنی ماموریت کا نشان نہیں ٹھہراتے بلکہ خدمتِ دین اور اصلاح خلق کے کام میں لگ جاتے ہیں اور ہر قسم کی مخالفتوں کے باوجود اس کام کو نہیں چھوڑتے کہ یہی ان کی ماموریت کی غرض ہوتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی صداقت اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ آپؑ نے اعلیٰ درجہ کا بے مثال دینی کام کر کے دکھا دیا۔ ایک ایسے وقت میں جب دنیا دین اسلام اور رسول کریم صلعم بلکہ مذہب ہی سے بیزار تھی اور چھپ رہی تھی۔ مجدد صد چہاردہم حضرت اقدسؑ نے روشن دلائل کے ساتھ اور روحانی تاثیرات سے اسلام کو سچا ثابت کر دکھایا۔ اور اللہ کی مدد اور تائید کے ساتھ دین اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کر کے دکھایا۔ ایمان دلوں سے اُٹھ چکا تھا۔ اسے دوبارہ دلوں میں واضح کر دیا۔ اس سے بڑھ کر بے مثل مولویوں کی تنگدلی اور بغض و تعصب نے عوام کی نظروں سے اس قدر اُوجھل کیا کہ وہ ان کی طرف توجہ کرنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ کاش وہ دیکھتے کہ مولویوں نے جس اسلام کو پیش کیا ہے۔ دنیا اس سے بیزار ہے اور صرف وہی اسلام آج دنیا میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا ہے۔

آخر میں، میں ارشادات امام الزماں پیش کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ مسیح موعود لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ:

''میری آنکھوں کے روبرو اور میرے حکم سے کشتی بنا۔ وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ نہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہی بیعت کی کشتی ہے۔ جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لئے ہے۔ لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے اور دل اس سے غافل بلکہ روگرداں ہے۔ بیعت کے معنی بیچ دینے کے ہیں۔ جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز اِن میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلاء کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں اور بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں۔ مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اِذن نہیں دیا جاتا تا کہ ان کو مطلع کروں۔

کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے پس مقام خوف ہے'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

اور فرمایا: ''اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گذر گئے اور بے شک رُوحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں جو وقت تم نے پالیا اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رُک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ تازہ دلوں میں قائم کر دیا جائے''۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆

کربلاے است سیر ہر آنم۔۔۔۔صد حسینؓ است در گریبانم

میں ہر وقت گویا کربلا میں پھرتا ہوں اور سینکڑوں حسینؓ میرے دل میں پنہاں ہیں

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری II)

یہ محرم الحرام کے ایام ہیں اس ماہ کی دسویں تاریخ کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا۔ حضرت امام حسینؓ کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ آپ نواسہ رسولؐ ہیں۔ آپ کی سیرت مبارکہ کی وجہ سے ہر مسلمان آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر نیک فطرت رکھنے والے شخص نے آپ کے متعلق ہمیشہ ہی اچھا لکھا اور اچھا بولا ہے۔ اس زمانہ میں بھی اللہ کا ایک ایسا مامور پیدا ہوا جس نے حضرت امام حسینؓ کی نیک فطرت پر لکھا اور جوان کو صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں ان کو استعاری رنگ میں اپنے پر استعمال کرتے ہوئے بیان کیا تو دُنیا کے کیڑوں نے جیسا کہ ان کا وطیرہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی خدا کا نیک بندہ کسی وقت مامور ہو کر آیا ہے تو دنیا والے ان کی باتوں کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں تا کہ ان پر الزامات لگا کر ان شخصیات کو جھوٹا پیش کیا جا سکے اور عام الخلقت کو یہ کہہ کر بدظن کیا جا سکے کہ یہ شخص اہل بیت کی توہین کرتا ہے۔

اعتراض سیاق وسباق پڑھے اور سمجھے بغیر کیا گیا ہے

اس شعر پر حضرت امام حسینؓ کی توہین کا الزام لگا کر ایسی ہی بددیانتی ہے جیسے کوئی سورۃ النساء کی آیت نمبر 44 کا یہ پہلا حصہ لا تقربو الصلوۃ "تم نماز کے قریب نہ جاؤ" تو پڑھ دے کہ نماز کے قریب نہ جاؤ اور اگلے حصہ وانتم سکاری "جب تم پر مدہوشی کی کیفیت ہو" کے ذکر کو چھوڑ دے۔ پس اس شعر سے پہلے اور بعد کے اشعار پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں قطعاً حضرت امام حسینؓ کی توہین نہیں کی جا رہی بلکہ عشق الٰہی کی کیفیات بیان کی جا رہی ہیں۔

مذکورہ شعر سے قبل کا مضمون عشق الٰہی کی کیفیات پر مشتمل ہے

یہ شعر جو یہاں اعتراض کے طور پر پیش کیا گیا ہے اس سے پہلے اشعار کا مضمون عشق الٰہی کی کیفیات پر مشتمل ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا ہے کہ آپ بھی ان کشتگانِ حبِ خدا میں شامل ہیں اور اس زمانہ میں اس کارزارِ عشق کے قتیلؑ ہیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

دلدار کی وہ باتیں جو اسرار کے طور پر عشق پیدا کرنے والی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اس دلدار کے فدائی صرف ایک دو یا ہزار انسان ہی نہیں بلکہ اس کے کشتے بے شمار ہیں۔ ہر وقت وہ ایک نیا قتیل چاہتا ہے اس کے چہرہ کا غازہ شہیدوں کا خون ہوتا ہے۔ یہ سعادت چونکہ ہماری قسمت میں نہ تھی رفتہ رفتہ ہماری نوبت بھی آ پہنچی۔ ان سے اگلا شعر یہ ہے:

کربلائے است سیر ہر آنم۔۔۔۔صد حسینؓ است در گریبانم

"میں ہر وقت گویا کربلا میں پھرتا ہوں اور سینکڑوں حسینؓ میرے دل میں پنہاں ہیں" (نزول المسیح)

"صد حسین است در گریبانم" کی تشریح

آخری شعر میں آپؑ نے میدانِ کربلا کے کرب و بلا اور اس میں حضرت حسینؓ کے ثبات قدم اور قربانیوں کی کیفیات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس زمانہ میں ان کیفیات میں سے آپ گذر رہے ہیں۔ پس یہاں نہ

سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اُس سے موجب سلبِ ایمان ہے۔ اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زُہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اُس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اُس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے اُن کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہیں۔ دنیا کی آنکھ اُن کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اُس کے زمانے میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور وہ شخص حسینؓ یا کسی بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے، تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اُس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اُس شخص کا دُشمن ہوجاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے''۔(مجموعہ اشتہارات ۔ جلد سوم صفحہ 545-546)

''حضرت امام حسینؓ اور امام حسینؓ خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور ائمہ الہدیٰ تھے اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آل تھے''۔(تریاق القلوب)

پھر حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ سے اپنی مناسبت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''اور مجھے علیؓ اور حسینؓ کے ساتھ ایک لطیف مناسبت حاصل ہے او راس راز کو مشرقین اور مغربین کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میں علیؓ اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو اُن سے عداوت رکھتا ہے اُن سے میں عداوت رکھتا ہوں۔ اور بایں ہمہ میں جور و جفا کرنے والوں میں سے نہیں۔ اور یہ میرے لئے ممکن نہیں کہ میں اس سے اعراض کروں جو اللہ نے مجھ پر منکشف فرمایا۔ اور نہ ہی میں حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہوں۔(سر الخلافہ،عربی عبارت کا اُردو ترجمہ)

میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسینؓ کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بیان کیا ہے یہ انسانی کاروائی نہیں۔ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسیٰؑ جیسے راستباز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادولیالی۔ دست بدست اُس کو پکڑ لیتا ہے۔ پس مبارک وہ جو آسمان کے مصالح کو سمجھتا ہے اور خدا کی حکمت عملیوں پر غور کرتا ہے۔(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح)

☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ پر توکل مومن کی میراث

اطہر رسول

اللہ تعالیٰ پر توکل یعنی بھروسہ کرنا انبیاءِ کرام کے اُسوہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔قرآن وحدیث میں توکل علی اللہ کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔صرف قرآن میں سات مرتبہ ''وعلی اللّٰہ فلیتو کل المومنون ''(التوبہ:51)فرما کر مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔یعنی حکم خداوندی ہے کہ اللہ پر ایمان والوں کو صرف اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آیئے ! سب سے پہلے توکل کے معنی سمجھتے ہیں ،توکل کے لفظی معنی کسی معاملہ پر کسی ذات پر اعتماد کرنے کے ہیں۔یعنی اپنی عاجزی کا اظہار اور دوسرے پر اعتماد اور بھروسہ کرنا توکل کہلاتا ہے۔شرعی اصطلاح میں توکل کا مطلب اس یقین کے ساتھ اسباب اختیار کرنا کہ دنیاوی اور اُخروی تمام معاملات میں نفع اور نقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کے حکم کے بغیر کوئی پتہ درخت سے نہیں گرتا۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے وجود اور بقاء کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔

غرضیکہ خالقِ کائنات کی ذات باری پر مکمل اعتماد کر کے دنیاوی اسباب اختیار کرنا توکل علی اللہ ہے۔اگر کوئی شخص بیمار پڑ جائے تو اسے مرض سے شفایابی کے لئے دوا استعمال تو کرنا ہے لیکن اس یقین کے ساتھ کہ جب تک اللہ تعالیٰ شفا نہیں دے گا ،دوا اثر نہیں کر سکتی۔یعنی دنیاوی اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نظام یہی ہے کہ بندہ دنیاوی اسباب کو اختیار کر کے کام کی انجام دہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ کرے یعنی یہ یقین رکھے کہ جب تک حکم خداوندی نہیں ہوگا ،اسباب اختیار کرنے کے باوجود شفاء نہیں مل سکتی۔

ہمارے ایمان کی کمزوری کی وجہ یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر دل سے توکل نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہمارا ایمان ڈگمگاتا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم دعا مانگتے ہیں تو ہم دل میں سوچ رہے ہوتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری دعا قبول بھی ہوگی یا نہیں۔ جب ہم اس بات پر کامل یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے جو بھی کرے گا بہتر کرے گا تو اس سے ایمان مضبوط ہوگا۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر اللہ کی نہیں مانتے۔ہم ایک پل میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں لیکن اگلے ہی لمحے ہم نماز نہیں پڑھتے تو ہماری توبہ کا کیا فائدہ اور مومن کی تو نشانی ہی یہی ہے کہ اللہ اسے جو عطا کرتا ہے وہ اس پر صبر وشکر کرتا ہے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جب دعا کرو تو کامل یقین کے ساتھ کرو کیونکہ تم اپنے رب سے جو کچھ مانگ رہے ہو وہ دینے پر قادر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے دنیاوی مشکلوں اور معاشی پریشانیوں سے دلبرداشتہ ہوکر ایسے امور کے ارتکاب پر اتر آئیں کہ جو ممنوعات میں سے ہیں۔مثلاً خودکشی کرنا یا حرام ذرائع آمدن کو اختیار کرنا وغیرہ۔جبکہ مالی مشکلات اور پریشانیوں کا آنا ان آزمائشی امور میں سے ہے کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے کہ میرے بندے کس قدر صابروشاکر ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور یقیناً ہم تمہیں خوف ،بھوک ،مالوں ،جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے'' (البقرہ 155:2)

رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے لئے خوشی اور غمی دونوں میں اجر ہے کہ اس کو جو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے بہتر ہے اور جب اسے کوئی خوشی ملتی ہے تو اس پر (اللہ کا) شکر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے فائدہ مند ہے'' (مسند احمد:1859)

یعنی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مومن کا وکیل اور کارساز اللہ رب العزت ہے۔ مومن اس بات پر کامل یقین رکھتا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ آئے وہ بھلائی ہے۔اسی میں میرے لئے بہتری ہے۔اللہ جس حال میں مجھے رکھے میں اسی حال میں خوش ہوں۔مومن اپنے مطابق جتنی کوشش کر سکتا ہے کرتا ہے اور پھر اپنا معاملہ خدا کے حوالہ کر دیتا ہے۔یعنی اپنی کمزوریاں اور ناتوانیاں اس کے سامنے ہوتی ہیں

لیکن خدا کی قدرت، طاقت اور ہر چیز پر اس کے غلبہ کا یقین اسے ناامیدی سے بچائے رکھتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''آدمی کا دل ہر وادی میں بھٹکتا رہتا ہے، تو جو شخص اپنے دل کو وادیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے گا تو اللہ کو پروانہ ہوگی کہ اس کو کون سی وادی تباہ کرتی ہے اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان وادیوں اور راستوں میں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچائے گا'' (ابن ماجہ)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا سرپرست اور وکیل نہیں بناتا تو وہ پریشان حال رہتا ہے اور اس کا دل مختلف قسم کے پراگندہ جذبات و خیالات کا مسکن بنا رہتا ہے۔ لیکن مومن جس کا دل خدا کی قدرت اور طاقت کے یقین سے معمور ہوتا ہے وہ کبھی نہ تو غمگین ہوتا ہے نہ ڈرتا ہے اور نہ ہی یکسوئی کو چھوڑتا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور اکرمؐ کے ساتھ تھے جب ہم ایک سایہ دار گھنے درخت کے پاس پہنچے تو اس درخت کو ہم نے رسول اللہ صلعم کے لئے چھوڑ دیا۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور حضور اکرمؐ کی درخت سے لٹکی ہوئی تلوار اس نے لے لی اور سونت کر بولا: ''مجھ سے تمہیں کون بچائے گا'' آپؐ نے فرمایا: ''اللہ'' اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپؐ نے وہ تلوار پکڑ کر فرمایا: ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا'' اس نے کہا: ''آپؐ'' آپؐ نے فرمایا: ''کیا تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے؟'' اس نے کہا: ''نہیں لیکن میں آپؐ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے لڑوں گا نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپؐ سے لڑتے ہیں'' آپؐ نے اس کا رستہ چھوڑ دیا۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا: ''میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔''

غرضیکہ انسان پر جب سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو پھر اس کے پاس ایک ہی در باقی رہ جاتا ہے اور وہ اللہ رب العزت کا ہے۔ اس ہستی کا در کبھی بند نہیں ہوتا۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جو ہر وقت سننے کو تیار رہتی ہے۔ وہ ذات سوتی ہے نہ اسے اُونگھ آتی ہے اور وہ اپنے بندے کی جانب ہر وقت متوجہ رہتی ہے لیکن یہ انسان ہے جو اپنے خالق و مالک سے غافل رہتا ہے۔

آج کے دور میں بھی ایسے انسان ہیں جو اللہ پر توکل رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک لاچار خاتون کا قصہ یوں ہے۔ اس خاتون کا کہنا ہے کہ میرا خاوند بغیر بتائے مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں کئی دن اس کی راہ تکتی رہی۔ اس وقت میری گود میں ایک چھوٹی سی بچی بھی تھی۔ جب مجھے اپنے خاوند کی واپسی کی اُمید نہ رہی تو اپنے بوڑھے باپ کے پاس رہنے لگی۔ لیکن میرا بوڑھا باپ اس قدر کمزور تھا کہ کما نہیں سکتا تھا۔ اس طرح کچھ ہی دنوں میں بات فاقوں تک جا پہنچی۔ ایک دن میری بچی اچانک بیمار ہو گئی۔ میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں تھے کہ میں اسے ڈاکٹر کو دکھا سکتی۔ پریشانی کے عالم میں میں اُٹھی اور وضو کر کے نماز ادا کرنے لگ گئی۔ بچی کی طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے نماز بھی مختصر ادا کی۔ پھر اُٹھی اور بچی کو ٹھنڈے پانی کی پٹی کی اور دو رکعت نفل ادا کیے۔ اس عمل کو تین چار مرتبہ دوہرایا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ میں اور میرا بوڑھا باپ پریشان کہ اتنی رات کو کون ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں نے دروازہ کھولا۔ ایک آدمی تھا۔ اس نے پوچھا: مریض کہاں ہے۔ ہم نے بچی کی جانب اشارہ کر دیا۔ ڈاکٹر نے بچی کو چیک کیا، کاغذ پر کچھ لکھا اور مجھے تھما دیا اور بولا لائیے میری فیس؟ میں نے نہایت عاجزی سے کہا میرے پاس تو فیس نہیں ہے۔ ڈاکٹر بولا جب فیس نہیں تھی تو مجھے اتنی رات کو کال کر کے کیوں بلایا؟ میں بولی۔ ہمارے پاس تو فون ہی نہیں ہے، ہم نے تو بلایا ہی نہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کیا یہ اشفاق صاحب کا گھر نہیں ہے؟ ہم نے بولا نہیں وہ اس گلی کے کونے پر ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب خاموشی سے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ وہی ڈاکٹر تھے۔ بولے جب تک میں پورا معاملہ نہ جان لوں میں نہیں جاؤں گا۔ پھر میں نے انہیں سارا ماجرہ بتایا۔ انہوں نے تسلی دی اور میڈیکل سٹور سے جا کر ادویات اور ہماری ضرورت کی اشیاء لے آئے۔ اور بچی کو اپنے ہاتھ سے دوا پلائی۔ قصہ مختصر۔ یہ مدد یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ جب انسان اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نوازتا ہے۔ جس طرح اس عورت نے توکل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے نوازا۔

ایک مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کرے کیوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ انسان جب خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر بھروسہ کرتا ہے تو نقصان اُٹھاتا ہے۔ کیوں کہ صرف اسباب پر بھروسہ کرنا غلط ہے۔ انسان اگر خدا تعالیٰ کی ذات کو

چھوڑ دے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسباب بھی اس کا ساتھ دیتے ہیں اسباب بھی اسی وقت کام آتے ہیں جب خدا تعالیٰ کی رحمت شاملِ حال ہو اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنا ہے تو اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالیٰ کی جانب کو کوئی فضل ہونا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اسی بات کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان فرمایا: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور اللہ ہی پر مومن کو توکل کرنا چاہیئے''۔ (آل عمران:160)

ہم جب انبیاء علیہ سلام کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو وہ کامل طور پر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ ظاہری اسباب سے بھی مدد لیتے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے ہیں۔ پریشان نہیں ہوتے ہر حال میں خدا تعالیٰ کی رضا میں خوش رہتے ہیں۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے جب دیکھا کہ مکہ کے حالات انتہائی تکلیف دہ ہیں اور یہاں رہنا مشکل ہے تو سب سے پہلے اپنے صحابہ کرام کو ہجرت کرنے کو کہا۔ اکثریت صحابہ کرام کی ہجرت کر کے چلے گئے کچھ حبشہ میں اور کچھ مدینہ میں اب یہ ہجرت کرنا ظاہری اسباب سے کام لینا ہے اور دعا کرنا خدا تعالیٰ کی مدد لینا ہے۔ جب مکہ والوں نے نبی کریمؐ کو شہید کرنے کا ارادہ کر لیا تو آپ نے بھی ہجرت کرنے کا سوچا اب پورا شہر آپ کو شہید کرنا چاہتا ہے مگر آپ کا اپنے اللہ پر توکل ہے آپ مکہ سے ہجرت کرتے ہیں مکہ والے اپنے ارادے میں ناکام ہوئے تو انہوں نے انعام کا اعلان کر دیا جو بھی آپؐ کو شہید کرے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ سراقہ بن مالک بھی نبی کریم کی تلاش میں نکلا آخر یہ نبی کریمؐ کے پاس پہنچ گیا اور آپ پر حملہ آور ہوا مگر نیچے گر گیا دوبارہ پھر اس نے کوشش کی مگر ناکام رہا پھر دوبارہ کوشش کی مگر پھر ناکام رہا تو کہنے لگا اے محمد ﷺ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیوں کہ رب کائنات آپ کی حفاظت کر رہا ہے جب انسان اپنے رب پر توکل کرتا ہے تو اللہ بھی اپنے بندے کی حفاظت فرماتا ہے۔ اب یہ اللہ پر توکل کی بہترین مثال ہے کہ نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ بچانا چاہتا ہے سارا شہر مل کر بھی آپ نبی کریمؐ کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ دونوں چیزوں کو انسان ساتھ رکھے تو پھر توکل کا مطلب صحیح سمجھ میں آتا ہے یعنی ایک اللہ تعالیٰ پر بھروسہ دوسرا جن اسباب سے کام لینے کا حکم دیا گیا ان کو بھی کام میں لائے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے اونٹ کا گھٹنا باندھوں اور پھر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس کا گھٹنا باندھ اور پھر خدا پر توکل کرو''۔ (ترمذی)

نبی کریم کے اس فرمان سے توکل کے معانی بخوبی سمجھ میں آجاتے ہیں کہ کس طرح اللہ پر توکل کرنا ہے۔ اگر نبی کریمؐ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق انسان توکل کرے تو دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ توکل کے بارے میں فرماتے ہیں:

''توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اے خدا تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد اور تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ ان کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا''۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 146)

انسان کو چاہیے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دیوے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو پھر اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے یہ معانی نہیں ہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معانی ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دے اس کا نام توکل ہے۔ اگر وہ تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکل کرتا ہے تو اس کا توکل پھوکا (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہوگا۔ اور اگر نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکل نہیں ہے تو وہ تدبیر بھی پھوکی (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہوگی۔ ایک شخص اونٹ پر سوار تھا۔ آنحضرت کو اس نے دیکھا۔ تعظیم کے لئے نیچے اترا اور ارادہ کیا کہ توکل کرے اور تدبیر نہ کرے چنانچہ اس نے اونٹ کا گھٹنا نہ باندھا۔ جب رسول کریم ﷺ سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے واپس آ کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے توکل کیا تھا لیکن میرا اونٹ جاتا رہا آپ نے فرمایا کہ تو نے غلطی کی۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا اور پھر توکل کرتا۔ تو ٹھیک ہوتا۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 566)

☆☆☆☆

شہید کی قربانی رائیگاں نہیں جاتی

آفتاب احمد (واعظ)

ترجمہ:۔اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں''۔(البقرہ:153)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں۔فرمایا کہ اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم محسوس نہیں کرتے۔

اس آیت کریمہ کے امام راغب نے کچھ اس طرح سے بھی معنی کئے ہیں کہ یہاں نفی موت سے مراد غم اور ناکامی کی موت ہے۔اگر عام معنی لیے جائیں تو ظاہر ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے۔مگر بُروں کے لئے چونکہ اس زندگی میں عذاب ہے جس کا نقشہ قرآن مجید نے سورۃ طٰہٰ میں ان الفاظ میں کھینچا ہے۔لا یموت فیھا و لا یحییٰ۔

وہ زندگی تو ضرور ہے کیونکہ وہ ختم ہونے والی نہیں ہے۔مگر اُس کو حیات یا زندگی بھی نہیں کہہ سکتے۔پس زندگی حقیقت میں نیکوں کے لئے ہی ہے۔اور خصوصاً وہ لوگ جو اس دنیا میں اللہ کی راہ میں شہادت کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔جیسے انبیاؑ یا ان کے کامل متبعین جن کو صدیق اور شہید کہا گیا ہے۔یعنی وہ لوگ جو اپنی جانیں خدا کی راہ میں دے دیتے ہیں۔اور یہی لوگ اسی زندگی میں ایک نئی زندگی پا لیتے ہیں۔اور موت کے ساتھ ہی ان کی وہ نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔اسی وجہ سے ان کو زندہ کہا گیا ہے۔جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر زور دے کر اس آیت کے یہ معنی کرنے چاہے ہیں کہ شہداء کبھی مرتے ہی نہیں۔ان لوگوں کی وجہ سے شرک کے دروازے کھل گئے ہیں یہاں تک کہ لوگ شہیدوں کی قبروں پر جا کر مدد مانگتے ہیں۔یہ لوگ قرآن شریف کے منشاء سے بہت دور نکل گئے ہیں۔انبیاء،صدیق،شہید صالح سب مرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو وحی ہوتی ہے۔جس کا ذکر سورۃ الزمر میں ہے۔انک میت و انھم میتون۔

ترجمہ:۔یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے فرمارہے ہیں کہ آپ کو بھی موت آئے گی اور باقی سب نے بھی مرنا ہے۔

موت کے بعد انسان عالم الغیب نہیں ہو جاتا کہ اس دنیا میں کوئی شخص کچھ دعا کرے تو اُس کا علم ایک ولی یا شہید کو ہو جائے۔عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔وہی سب کی دعائیں سنتا ہے اور وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔

اسلامی مہینوں کا پہلا مہینہ شہادتوں سے شروع ہوا ہے۔محرم الحرام میں سیدنا حسین ابن علیؓ کی شہادت ہوئی۔یہ ترتیب ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی قوم قربانی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔اور پورے اسلام کا انحصار قربانی کے اوپر ہے۔مطلب اسلامی مہینوں کا ابتداء سے آخر تک یہی بتاتا ہے کہ بغیر قربانی کے آپ ترقی نہیں کر سکتے۔اور وہ قربانی کئی طریقوں سے ہو سکتی ہے۔مال کی قربانی،اولاد کی قربانی،اپنے وقت کی قربانی،اپنے روپے پیسے کی قربانی۔حتیٰ کہ دین کی سربلندی کے لئے اگر آپ کو اپنی جان کی بھی قربانی دینی پڑے اُس سے بھی آپ پیچھے نہ ہٹیں۔اور آپ اگر اللہ کے راستے میں اپنی جان کی قربانی دیتے ہیں۔تو آپ ضائع اور بے کار نہیں جاتے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک نئی زندگی میں داخل ہو گئے اور ادھر اپنی قوم کو ایک نئی زندگی دے گئے۔اور آپ ایسی زندگی میں داخل ہو گئے کہ وہ ختم ہونے والی نہیں ہے اور یہ زندگی انعامات کی زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو اُس کا مطلب ہے کہ شہید اپنی شہادت سے ایک قوم کو زندہ کر جاتا ہے اور جو اس کا مقصد تھا کہ اسلام زندہ رہے تو اس کی شہادت سے اسلام زندہ رہا۔اس طرح سے یہ بھی زندہ ہے۔حضرت حسین ابن علیؓ جس چیز کے لئے شہید ہوئے وہ مقصد زندہ

ہے اس لئے وہ زندہ ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو مردہ نہ کہو یہ زندہ ہیں۔

شہادت کا رتبہ ایک عظیم رتبہ اور بہت بڑا مقام ہے۔ جو کہ قسمت والوں کو ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے شہادت کے مقام کو نبوت سے تیسرے درجے پر رکھا ہے فرمایا: ''اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ اُن کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ اور یہ اچھے ساتھی ہیں''۔ (سورۃ النساء:69)

اور سورۃ ال عمران میں فرمایا:

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مردے مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ اس سے خوش رہتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا اور اُن کی وجہ سے بھی خوش ہوتے ہیں جو اُن کے پیچھے سے انھیں نہیں ملے کہ اُن کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ (سورۃ آل عمران:169-170)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش خبری بھی دی ہے اور سمجھایا بھی ہے کہ زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے میں جو لوگ اپنی جانیں دیتے ہیں اور جو پیچھے رہ جاتے ہیں یہ دونوں گروہ خوش قسمت ہیں گروہ اوّل یعنی شہداء کا گروہ تو ان خوشیوں کو پالیتا ہے جو نیکوں کو زندگی بعد الموت میں ملنے والی ہیں لیکن جنہوں نے شہادت کا رتبہ حاصل نہیں کیا اور پیچھے رہ گئے ان کے لئے یہ بشارت دی کہ وہ بھی کامیاب ہوں گے۔ اور اس آیت کی نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

1۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا

اے جابر! کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل وعیال چھوڑ گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کے پیچھے سے کی۔ لیکن تمھارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے مانگو میں دوں گا تمھارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تا کہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمھارے والد نے کہا اے میرے پرودگار! پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی و لا تحسبن الذین۔۔۔۔''

2۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اُسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے۔ سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی تعظیم دیکھنے کی وجہ سے کرے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

3۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قرض کے سواء شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح سے ہیں۔ اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سواء ہر گناہ کا کفارہ ہے (صحیح مسلم)

4۔ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا دوں تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اس دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر یعنی شہید پر اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے''۔

5۔ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب زرہ پہنے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں پہلے جنگ میں شریک ہو جاؤں یا پہلے اسلام لاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جنگ میں شریک ہونا

۔ چنانچہ وہ پہلے اسلام لائے اور اس کے بعد جنگ میں شہید ہوئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت پایا۔

6۔ ام الربیع بنت براءؓ جو حارثہ بن سراقہؓ کی والدہ تھیں ۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا

اے اللہ کے نبی! حارثہ کے بارے میں بھی آپ مجھے کچھ بتائیں انہیں نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر لگا تھا۔ کہ اگر وہ جنت میں ہیں تو صبر کرلوں اور اگر کہیں اور ہے تو اس کے لئے روؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

اے اُم حارثہ! جنت کے بہت سے درجے ہیں اور تمھارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ میں جگہ ملی ہے۔

7۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (قیامت کے دن) یہ اللہ تعالیٰ ایسے دو آدمیوں پر ہنس دے گا کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا اور پھر بھی دونوں جنت میں داخل ہو گئے ۔ پہلا وہ جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہ شہید ہوگیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قاتل کو توبہ کی توفیق دی اور وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اس طرح دونوں قاتل ومقتول بالآخر جنت میں داخل ہو گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں فرمایا:

ترجمہ: "اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس کے بدلہ میں اُن کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں سو مارتے ہیں اور مرتے ہیں یہ وعدہ اس کے ذمے سچا ہے، توریت اور انجیل اور قرآن میں ۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہے سو اپنے سودے پر جو تم نے اس سے کیا ہے خوش ہو جاؤ۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے یہ توریت ،انجیل اور قرآن سب میں پایا جاتا ہے۔ انجیل میں یہ وعدہ کچھ اس طرح سے ہے کہ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے یا اپنا سارا مال دیدے تو اُس کو آسمانی خزانے مل سکتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان خزانوں کو حاصل کرنے کی توفیق دے اور ہم سب کو بھی اپنے نیک لوگوں میں شامل کر دے۔ امین

☆☆☆☆

اپیل دستکاری

ہر سال مرکز میں تنظیم خواتین کے زیر اہتمام نہایت خوبصورت دستکاری کی نمائش کی جاتی ہے۔ ان اشیاء کی فروخت سے ملنے والی رقم جماعت کی صوابدید پر دینی اور فلاحی کاموں پر خرچ کی جاتی ہے۔

حسب معمول گزشتہ سال بھی دستکاری کی نمائش میں رکھی گئی اشیاء بہت خوبصورت اور بیش قیمت تھیں۔ جس کی وجہ سے نمائش نہایت کامیاب اور قابلِ تحسین رہی اور ایک خطیر رقم اکٹھی ہوگئی۔ یہ کامیابی ہماری قابلِ فخر لائق احمدی بہنوں اور بچیوں کے تعاون اور محنت سے ممکن ہوئی۔ اُمید ہے کہ اس سال بھی آپ دستکاری کی اشیاء بنانے میں مصروف ہوں گی۔

آپ سب سے درخواست ہے کہ دستکاری کی اس سال 2019ء کی نمائش کو بھی گزشتہ سالوں سے زیادہ بڑھ چڑھ کر کامیاب بنائیں ۔ آپ خود بھی حصہ لیں ، اپنی بچیوں اور بہنوں کو بھی شامل کریں۔

شکریہ

آپ کے تعاون کی منتظر

بشریٰ علوی

انچارج دستکاری

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ جولائی، اگست 2019ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

سکول کے طلباء کی برلین مسجد آمد

6 جولائی۔ برلین کے ایونجلک سکول کے طلباء کا ایک گروپ برلین مسجد آیا اور تقریباً ایک گھنٹہ قیام کیا۔ اس دوران مسجد کے متعلق تعارف کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ سکول کی لائبریری کے لئے قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کی ایک کاپی تحفتہً پیش کی گئی۔

یوکرین سے ایک خاتون کی آمد

18 جولائی۔ یوکرین سے ایک نہایت مخلص مسلمان خاتون بمعہ اپنی فیملی کے برلین مسجد تشریف لائیں۔ انہوں نے قرآن مجید کے روسی زبان میں ترجمہ کی خواہش ظاہر کی۔ ان کو ایک کاپی تحفتہً پیش کی گئی جس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور شکریہ ادا کیا۔

امام برلین مسجد نے پاکستان کی نمائندگی کی

اسی دن ایک مقامی سماجی تنظیم نے امام برلین مسجد کو دعوت دی کہ وہ پاکستان کے جغرافیائی تمدنی اور معاشرتی زندگی کے متعلق احباب کو تفصیل سے آگاہ کریں۔ امام صاحب نے جرمن زبان میں ان تمام پہلوؤں پر جامع انداز میں روشنی ڈالی۔ تنظیم میں موجود پاکستانی احباب نے پاکستانی کھانوں کا بڑے ذوق شوق سے اہتمام کیا تھا۔ جن سے حاضرین بے حد لطف اندوز ہوئے۔

عراق کے ایک پروفیسر کی برلین مسجد میں آمد

23 جولائی۔ عراق کے ایک پروفیسر صاحب نے برلین مسجد کی خوبصورتی اور اس کی سرگرمیوں کو بے حد سراہا۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد علیؒ کی کتابوں کے عربی تراجم کی خواہش کا اظہار کیا جن کو موجود تراجم کی ایک ایک کاپی تحفتہً پیش کی گئی۔

بین المذاہب پروگرام کا انعقاد

27 جولائی۔ ایچ ڈبلیو پی ایل کی بین الاقوامی تنظیم کی مجلس کا اجلاس برلین مسجد میں ہوا۔ اس میں مختلف مذاہب کی مقدس کتب کے مستند ہونے کے متعلق گفتگو ہوئی۔ امام برلین مسجد نے قرآن مجید کے موجودہ نسخے کے مستند اور جمع کرنے کے متعلق مختلف مراحل اور اقدامات کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں دوسری مقدس کتب کے مختلف مقرروں نے دلچسپ معلومات فراہم کیں۔ اس سے قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق جو اہتمام کیا گیا اس کی فوقیت کا لوگوں کو اندازہ ہوا۔

برلین مسجد میں دستاویزات اور تصاویر وغیرہ کی حفاظت کے لئے اقدامات

یکم اگست۔ خدا کے فضل و کرم سے اس یکم اگست سے برلین مسجد اور مشن ہاؤس میں موجود تمام دستاویزات، کتب اور تصاویر وغیرہ کو ڈبوں میں پیک

کرنے کا کام شروع ہوا۔ 6 اگست تک یہ کام مکمل ہوا۔ یہ سارا مواد 20 ڈبوں میں پیک ہوا۔ پھر امام برلین مسجد اور ڈاکٹر گرڈین یونکر کی نگرانی میں اس کو برلین میں قومی دستاویز کے تحفظ کے مرکز میں پہنچایا گیا اور پھر ان بکسوں کو اس جگہ رکھ دیا گیا جہاں اس کے لئے جگہ مخصوص کی گئی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مسجد میں موجود قیمتی دستاویزات اور تصاویر وغیرہ اب محفوظ جگہ پہنچ گئیں ہیں۔ جہاں کمپیوٹر کے ذریعہ ان کو مزید محفوظ کیا جائے گا اور پھر یہ قومی تحفظ دستاویزات کے مرکزی ویب سائیٹ میں شامل ہوجائے گا اور اس طرح دنیا بھر میں ان میں دلچسپی رکھنے والے لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔

اس نہایت اہم کام میں امام برلین مسجد عامر عزیز صاحب اور ڈاکٹر گرڈین یونکر کے علاوہ سلینہ عزیز، حارثہ عزیز نے نہایت محنت سے اس کام میں حصہ لیا۔ امام صاحب ان سب کے شکر گزار ہیں۔

جاپان کی ایک خاتون پروفیسر کی برلین مسجد میں آمد

8 اگست۔ پروفیسر کوبایاشی یسوکو جاپان سے تشریف لائیں۔ انہوں نے مسجد کی خوبصورتی کو بے حد سراہا۔ انہوں نے ایک ہفتہ تک مشن ہاؤس میں قیام کیا۔ وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، انڈونیشیاء کے متعلق تحقیقی مقالہ لکھ رہی ہیں۔ انہوں نے ایک جمعہ کے اجتماع میں اور پھر عیدالاضحیٰ کی تقریب میں بھی شرکت کی۔ انہوں نے انڈونیشیاء جماعت سے رابطہ کرنے کے لئے پتہ اور ٹیلی فون نمبر لیے۔ حال ہی میں وہ جکارتہ میں انجمن کے دفتر بھی تشریف لے گئیں۔

کشمیر کے لئے یکجہتی کے اجتماع میں
امام برلین مسجد کی شرکت

10 اگست۔ برلین میں مسلمانوں اور خاص طور پر پاکستانیوں نے کشمیر میں ظلم وستم اور انسانیت سوز کرفیو کے خلاف ایک احتجاجی اجتماع کا اہتمام کیا جس میں برلین اور دیگر شہروں سے آئے ہوئے مسلمانوں نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ امام مسجد برلین نے بھی اس میں شرکت کی اور انسانی حقوق کی بہیمانہ پامالی پر غم وغصہ کے اظہار کے لئے اس اجتماع میں شریک ہوئے۔

عیدالاضحیٰ کی تقریب

11 اگست۔ برلین مسجد میں عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کی گئی اور پھر جرمن اور عربی زبانوں میں خطبہ عید دیا گیا۔ اس اجتماع میں جرمنی، ہالینڈ، افریقہ، افغانستان، سیریا، مصر، پاکستان، ترکی، یمن، عراق، یوکرین اور سرینام کے لوگوں نے شرکت کی۔ احباب نماز ظہر تک ٹھہرے رہے اور اس پُر رونق اجتماع سے لطف اندوز ہوئے۔ یاسر عزیز صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ پرتگال سے اور محترمہ خالدہ عبید اللہ صاحبہ سرینام سے خاص طور پر اس اجتماع میں شریک ہوئیں اور انتظامات میں ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کا اجر عطا فرمائے۔

فوکس ہوش شولے سکول برلین کے طلباء کی آمد

15 اگست۔ سکول کے طلباء برلین مسجد دیکھنے آئے۔ انہیں مسجد کی مختصر تاریخ اور سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا۔ اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ طلباء نے اس میں دلچسپی سے حصہ لیا۔

19-22 اگست۔ امام برلین کے بھائی عابد عزیز صاحب امریکہ سے تشریف لائے۔ انہوں نے پہلے انگلستان میں تین روزہ کنونشن میں شرکت کی۔ اور پھر برلین میں ایک ہفتہ قیام کیا۔ اسی طرح سرینام سے محترمہ خالدہ عبید اللہ صاحبہ اور آنسہ غوثیہ سلیم صاحبہ دہلی، انڈیا سے تشریف لائیں۔ اور انہوں نے یوم اتحاد برلین کے سلسلہ میں برلین مسجد میں اجتماعات میں شرکت کی اور جملہ انتظامات میں ہاتھ بٹایا۔

امریکہ سے محترم ظفر عبد اللہ صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ تشریف لائیں۔ انہوں نے تین دن قیام کیا اور نماز جمعہ میں شریک ہوئے۔ ظفر عبد اللہ صاحب مسجد کے لئے گاہے بہ گاہے عطیہ جات دیتے رہتے ہیں۔

ڈیمنشیا کے مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے ورکشاپ

24اگست۔ ڈیمنشیا کے مریضوں کی دیکھ بھال اور اس سے متعلق مسائل کے متعلق ورکشاپ کی مجالس برلین مسجد میں ہونے لگی ہیں۔ گائشلش مرکزی برلین کی طرف سے اس ورکشاپ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس مرتبہ اس ورکشاپ میں 26 سے زائد افراد نے حصہ لیا۔ اپنی نوعیت کی یہ چوتھی ورکشاپ تھی۔ اجلاس کے شروع میں شرکاء کو برلین مسجد کی تاریخ اور اس میں منعقد ہونے والی بین المذاہب سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا۔ ورکشاپ کی انتظامیہ نے برلین مسجد میں اس کے منعقد کرنے کی سہولت فراہم کرنے پر امام برلین مسجد کا شکریہ ادا کیا۔

بین المذاہب اجلاس کا انعقاد

28اگست۔ ایچ ڈبلیو پی ایل کی جانب سے ایک بین المذاہب مجلس کا اہتمام کیا گیا۔ اس اجلاس میں مذہب میں زندگی اور موت کے تصور کے موضوع پر مختلف مذاہب کے لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ امام برلین مسجد نے اس بارے میں اسلامی نکتہ نگاہ پیش کیا۔ جس پر کافی دلچسپ گفتگو ہوئی۔

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کی تشریف آوری

31اگست۔ انگلستان میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے تین روزہ کانفرنس میں شرکت کے بعد حضرت امیر برلین تشریف لائے۔ انگلستان سے آتے ہوئے آپ ایک دن کے لئے ہالینڈ میں بھی رُکے اور ہیگ میں نماز جمعہ پڑھائی۔ آپ برلین میں 15 روز تک ٹھہرے رہے۔ اس دوران جمعہ کے اجتماعات کے علاوہ اوپن ڈے کے دوروزہ اجتماعات میں بھی شریک ہوئے اور مختلف گروپوں سے اسلام کے بارے میں مختصر خطابات کیے۔ آپ کے قیام کی تفصیلات آئندہ ماہ کی رپورٹ میں شامل کی جائیں گی۔

☆☆☆☆

درخواست دُعا

اپنے بھائی، بہنوں کی اعانت ہمارے فرائض میں شامل ہے اور سب سے بہترین اعانت دعا ہے۔ درج ذیل احباب جماعت مختلف عوارضِ جسمانی میں مبتلا ہیں۔ مرکز میں ان کے لئے تمام نمازوں میں دعا کی جارہی ہے۔ تمام قارئین ''پیغام صلح'' سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں ان احباب کے نام شامل رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

محترم ماسٹر عبد السلام صاحب (لاہور)، والدہ طاہر صادق (راولپنڈی)، محترم ارجمند صادق صاحب (انگلینڈ)، محترم ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)، محترم آفتاب احمد صاحب (سرگودھا، چک نمبر 81)، چوہدری منور احمد صاحب (اوکاڑہ)، سمیع بن حنیف صاحب (لاہور)، والدہ عبدالماجد صاحب (راولپنڈی)، والدہ انس حمید صاحب (راولپنڈی) جمیل الرحمٰن صاحب (لاہور)، والدہ فضل حق صاحب (وہاڑی) جمیل اکبر ملہی صاحب (لاہور)، عابد حسین (ڈسپنسر دارالسلام، لاہور)

☆☆☆☆

ملفوظات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ (مجد د صد چہار دہم)

سچا مذہب کون سا ہے؟

آج کل مذاہب کی عجیب حالت ہے گھر گھر ایک نیا مذہب بن رہا ہے اور تلاش کرنے والے کے واسطے ایک حیرت کا مقام ہو رہا ہے اور اس وقت طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ واقعی انسان کو نجات دینے والا سچا مذہب کونسا ہے۔ اس کا جواب ہر ایک شخص اپنے اپنے رنگ میں دے گا لیکن اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ ہر ایک مذہب میں یہ دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کے معاملات کیسے ہیں۔ اس کی عظمت، جبروت اور خوف کس قدر دل پر غالب ہے۔ انسان شر سے طبعاً نفرت کرتا ہے اور جس چیز کے فوائد اور منافع مرکوز خاطر ہو جائیں اس سے طبعاً محبت کرتا ہے مثلاً ایک جگہ انسان کو رات رہنا ہو اور اس جگہ سانپ ہو تو گوارا نہ کرے گا کہ وہاں رہے۔ یا کسی گاؤں میں طاعون ہو تو طبعاً اس بات سے نفرت کرے گا کہ اس میں داخل ہو۔ فائدہ مند چیز کی طرف رغبت کرتا ہے بُری چیز سے نفرت رکھتا ہے۔ پس جس شخص کے دل میں خدا تعالیٰ کی واقعی عظمت ہو جائے اور اس کو منافع دینے والا یقین کر لے اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں اپنی ہلاکت پر پورا ایمان قائم کر لے تو پھر باوجود اس نظارہ کے وہ کس طرح خدا تعالیٰ کی خلاف مرضی کر سکے گا۔

انسان کو چلتے چلتے سونے کا خزانہ نظر آ جائے تو ضرور اس کو لینے کی سعی کرتا ہے پس اصل بات یقین اور ایمان ہے جس کے ذریعہ تمام بدیوں سے بچ کر نیکی کی طرف انسان آ سکتا ہے۔ اب وہ یقین اور ایمان کس طرح سے حاصل ہو، سچا مذہب وہ ہے جو اس یقین کے واسطے صرف قصہ اور کہانیوں پر مدار نہ رکھے کیونکہ یہ کہانیاں تو سب میں پائی جاتی ہیں، کیا وجہ ہے کہ ہم مسیح کے معجزات کا قصہ مان لیں اور ایک ہندو کے دیوتاؤں کے معجزات جو اس کی پرانی کتابوں میں درج ہیں نہ مانیں۔ تاریخی امور میں سب قومیں تواتر پیش کرتی ہیں یہ ایک تحکم ہے کہ ایک کی بات مانی جائے اور دوسرے کا انکار کیا جائے۔ یہ نامناسب ہے کہ انسان اپنے مذہب کے قصے کو درست جانے اور باقی سب کو غلط مانے غرض قصوں کے ذریعہ سے حق کے تلاش کرنے کا سفر بہت دور دراز کا ہے جو طے نہیں ہو سکتا اس کے سوائے آسان راہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا پہلے قادر تھا اب بھی قادر ہے جیسا پہلے معجزات ظاہر کر سکتا تھا اب بھی ظاہر کر سکتا ہے جیسا پہلے سنتا تھا اب بھی سنتا ہے اور جیسا پہلے بولتا تھا ابھی بھی بولتا ہے۔ یہ کیا وجہ ہے کہ پہلے تو سننے اور بولنے کی دونوں صفتیں اس میں تھیں مگر اب سننے کی صفت تو ہے لیکن بولنے کی نہیں، پس سچا طالب وہ ہے جو سب باتوں کو چھوڑ کر اس لم یزل ازلی ابدی خدا، ہمیشہ کی قدرتوں والے خدا کی طرف جھک جائے۔ اس خدا کی طرف توجہ کرے جو اب بھی وہی صفات اخلاق رکھتا ہے جو موسیٰ کے وقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت رکھتا تھا۔ وہ ابھی بھی چاہتا ہے کہ گم گشتہ اسکے پاس آئے وہ اب بھی محبت کرتا ہے کہ کوئی اس کے حضور میں آئے سچا وہی ہے جو ایسے خدا کو ڈھونڈتا ہے۔ جس مذہب کا مدار صرف قصوں پر ہے وہ مردہ مذہب ہے۔ سچا مذہب وہ ہے جس میں وہ خدا اب بھی بولتا ہے جو تعصب نہیں رکھتا ہے وہ محض خدائے حی و قیوم کا طالب ہو کر اس کو پاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس دل کو ہمیشہ دوست رکھتا ہے جو اس کو ڈھونڈنے والا ہو۔

(البدر جلد 1 نمبر 29 صفحہ 2، 20 اکتوبر 1905ء)